سفرِ شہادت

صاحبزادہ مولوی محمد یحییٰ لدھیانوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۱۸ مئی ۲۰۰۰ء کی صبح کے وہ لمحات میں کس طرح بھول سکوں گا جب ہم سب کیلئے دنیا اندھیر ہو گئی اور وہ مسکراتا چہرہ جو ہم سب کیلئے باعث تسکین تھا، مسکراتا ہوا اپنے ہی لہو سے اپنے آپ کو سرخ رو کرتے ہوئے اپنے خالق حقیقی سے جاملا۔

والد محترم، مرشد العلما، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے نائب امیر، محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ کے ہم نام و ہم کام، گلشن بنوری کے سر خیل، امام اہل سنت مفتی احمد الرحمٰن اور مفتی اعظم پاکستان مفتی ولی حسن ٹونکی اور مولانا محمد ادریس میرٹھی کے ہم سفر، لسان ختم نبوت، شیخ المشائخ خواجہ خواجگان مولانا خان محمد کے ترجمان، مولانا فضل الرحمٰن، مولانا اعظم طارق، مولانا مسعود اظہر، مفتی نظام الدین شامزئی، ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر کے مرشد، ولی کامل، درویش صفت فقیہ وقت، مجاہد اعظم، اور جیش محمد ﷺ کے سرپرست اعلیٰ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی کو ہم، ظالم درندوں سے محفوظ نہ رکھ سکے، اور میرے کمزور ہاتھ اور جسم ان کی حفاظت کی ذمہ داری سے قاصر رہے، اور ان کی آخری خواہش، اور پاک سرزمین افغانستان میں کی گئی دعا قبول ہوئی اور حضرتؒ شہادت کا مرتبہ پا کر حیات جاودانی سے ہم کنار ہو گئے جہاں حکم خداوندی کے مطابق اب ان کو کوئی موت سے دوچار نہیں کر سکتا۔ صادق الامین، خاتم النبیین، نبی الملاحم،

اور قائد المجاہدین حضرت محمد ﷺ کی حدیث کے مطابق وہ جنت کے مزے لوٹ رہے ہوں گے، اور خدا تعالیٰ کے سوال پر دوبارہ شہادت کے پر لطف لمحات کے طالب ہو رہے ہوں گے، عربی شعر کے مفہوم کے مطابق: "وہ تو بے شک کامیاب ہو کر اعلیٰ علیین میں جگہ پاگئے- لیکن ہم ان کے فراق پر غمگین ہیں اور ان کے مسکراتے ہوئے چہرے کو ہر طرف ڈھونڈھ رہے ہیں"-

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ معمول کے مطابق دعائے سحر گاہی اور فجر کی نماز کی ادائیگی کے بعد کچھ دیر آرام فرما کر گھر سے رخصت ہونے سے پہلے گویا اپنے آقا سے اجازت کی طلب کے لئے دوگانہ ادا کر کے دعا میں مشغول ہوئے تو کوئی بھی تصور نہیں کر سکتا تھا کہ چند لمحوں بعد اس شخصیت نے شہادت کا منصب پا کر آخرت کو سدھار جانا ہے- ۱۰ بجے آپ گھر سے نیچے اترے تو آپ کا وفادار رفیق وجاں نثار محافظ، اور ڈرائیور عبدالرحمٰن موجود تھا، اس نے گاڑی کا دروازہ کھولا، کسے معلوم تھا کہ آج دروازہ کھولنے والا آخری بار دروازہ کھولنے کا فریضہ انجام دے رہا ہے، اور گاڑی میں بیٹھنے والا بھی اس زندگی کی آخری سواری پر سوار ہو رہا ہے، چونکہ اس دن امتحان کی وجہ سے میری چھٹی تھی، اس لئے خادم خاص برادرم محمد اجمل کے بجائے میں دوسری طرف کا دروازہ کھول کر حضرت کے پہلو میں پچھلی نشست پر بیٹھ گیا، حضرتؒ کا معمول تھا کہ آپؒ نصیر آباد بس اسٹاپ پر پھل فروشوں کے پاس گاڑی رکواتے اور آپ کا مخلص مرید محمد نعیم پھل لئے تیار کھڑا ہوتا آپ قبول فرماتے اور گاڑی چل پڑتی، اسی معمول کے مطابق گاڑی رکوائی اور فرمایا آج پھل واپسی میں لیں گے، میں نے کہا بھی کہ کیا آج دوپہر کو نوش نہیں فرمائیں گے؟ فرمایا آج طبیعت نہیں ہے- نعیم نے کہا میں گھر پہنچادوں گا، آپ واپسی میں زحمت نہ فرمائیں، محمد نعیم واپس ہوا، میں نے گاڑی کا شیشہ اوپر کیا ہی تھا کہ ایک دھماکہ ہوا، میں نے پلٹ کر دیکھا تو بھائی عبدالرحمٰن ایک طرف لڑھک رہا تھا، میں نے محسوس کر لیا کہ حضرت پر قاتلانہ حملہ ہو گیا ہے اور آپ کا وفادار ساتھی جو ہمیشہ کہا کرتا تھا کہ میری زندگی میں حضرت کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکے گا، پہلے میں حضرت پر اپنی جان نچھاور کروں گا، پھر میری لاش سے گزر کر ہی حضرت کی طرف کسی ظالم کے ہاتھ بڑھیں گے، واقعی اس نے

اپنی زبان کی لاج رکھ لی۔

میں حضرت کو بچانے کے لئے آپؒ کے سینہ سے چمٹ گیا تاکہ آپؒ پر چلنے والی گولی مجھے چھلنی کردے۔لیکن حضرت محفوظ رہیں۔مگر تربیت یافتہ ظالم درندوں نے حضرت کی گردن اور پہلو کی طرف سے حملہ کیا اور دو گولیاں مجھ پر چلائیں۔ایک گولی میری پیٹھ سے ہوتی ہوئی سینہ سے نکل کر حضرت رحمہ اللہ کے جسم میں پیوست ہو گئی، میں اب تک یہی گمان کرتا رہا کہ حضرت محفوظ ہیں اور حضرت کے جسم پر موجود خون میرا خون ہے مگر جب مجھے لا الہ الا اللہ کا ورد کرتی ہوئی حضرت کی زبان ساکت محسوس ہوئی تو میں نے حضرت کے کندھے کو ہلاتے ہوئے کہا حضرت اٹھ جایئے، ظالم جا چکے ہیں۔لیکن خون شہادت سے سرخ رو حضرت کا مسکراتا ہوا چہرہ گویا کہتا نظر آیا: بیٹے! میں تو حیات جاودانی پا گیا اور جنت کے مزے لوٹ رہا ہوں۔اگرچہ مجھے یقین سا ہو گیا کہ حضرت دنیا کی سرحد عبور کر چکے ہیں مگر پھر بھی میں مایوس نہیں ہوا بلکہ گاڑی سے باہر نکلا کہ لوگوں کو متوجہ کر کے حضرت کو ہسپتال لے جاؤں، ہو سکتا ہے کہ حضرت بے ہوش ہوں مگر وہاں ہر طرف افراتفری تھی، میں گھر کی طرف چلدیا تاکہ دوسرے بھائیوں اور گھر والوں کو اطلاع دوں، اتنے میں محلّہ کے ایک ساتھی نے ڈرائیور کو ایک طرف کیا اور گاڑی لیکر ہسپتال کی طرف دوڑا، جب کہ مجھے محلّہ کے ایک ساتھی نے گھر پہنچایا اور میں نے اس سانحہ کی اطلاع دی، میرے بھائی حافظ عتیق الرحمٰن لدھیانوی صاحب مجھے وھاج ہسپتال لے گئے وہاں ڈریسنگ کر کے عباسی شہید ہسپتال پہنچایا گیا، جہاں پر دوبارہ ڈریسنگ کی گئی، حضرت رحمہ اللہ کو بھی عباسی شہید لے جایا گیا لیکن وہ تو اسی وقت رخصت ہو چکے تھے اگرچہ ان کا مسکراتا ہوا چہرہ اس بات کی غمازی کر رہا تھا کہ وہ محو استراحت ہیں اور ابھی انگڑائی لیتے ہوئے اٹھیں گے، اس لئے کہ عام طور پر میں نے یہی سنا تھا کہ گولی لگنے سے شدید تکلیف ہوتی ہے کئی منٹ تک لوگ تڑپتے ہیں، دہشت کی وجہ سے چہرہ بگڑ جاتا ہے، لیکن یہ سب کچھ تو میرے حضرت کے ساتھ نہیں ہوا، اور ہوتا بھی کیوں؟ اس لئے کہ آپؒ تو جنت کے سوداگر اور خریدار تھے۔ چنانچہ جب آپؒ گھر سے نکلے تو لا الہ الا اللہ کی تسبیح پڑھ رہے تھے۔ڈرائیور عبدالرحمٰن شہید ہوا تو آپ کے لب مبارک کلمہ طیبہ کا ورد کرتے ہوئے

نظر آئے، آپ کو چار گولیاں لگیں تب بھی آپ کے ورد میں کوئی فرق نہیں آیا، نہ آہ نکلی، نہ ہی چیخ اور نہ ہی آپ کے پر سکوں چہرہ میں تغیر یا ردو بدل ہوا، حدیث شریف کے مطابق آپ کی روح فرشتوں نے بہت ہی پیار اور عقیدت سے نکالی اور آپ کو گولیوں کی تکلیف کے احساس سے عاری کر دیا۔

حضرت مفتی محمد حسن امر تسری رحمہ اللہ کے بارے میں سنا تھا کہ ٹانگ کا آپریشن کراتے وقت آپ نے بے ہوشی کا انجکشن لگوانے سے انکار کر دیا اور جب ڈاکٹروں نے نشتر لگانے شروع کئے تو آپ نے ذکر اللہ شروع کر دیا جس کے جذب و سرور کی وجہ سے آپ کو نشتر کے کاٹنے کا احساس تک نہ رہا، حضرت مفتی صاحب کے متعلق تو صرف سنا ھی تھا مگر اپنے حضرت کی حالت کا خود مشاہدہ کیا کہ مسلسل گولیاں لگ رہی ہیں لیکن زبان سے کلمہ طیبہ کا ورد جاری ہے اور تکلیف کا احساس تک نہیں ہو رہا تھا۔

حضرت ابا جانؒ کی شہادت پاکستان ہی نہیں بلکہ دنیا بھر کے مسلمانوں پر بجلی بن کر گری اور ہر طرف سوگ چھا گیا، کراچی کی مارکیٹیں اور کاروباری دنیا دیکھتے ہی دیکھتے سونی ہو گئی، ہر شخص اشکبار تھا، منٹوں میں لوگ جامع مسجد الفلاح نصیر آباد اپنے مرشد کی میت کی زیارت کے لئے پہنچ گئے، ہر طرف سے سسکیوں اور آہوں کی آوازیں سنائی دیتی تھیں، ملک کے اطراف سے علما کرام اور مشائخ عظام پہنچنا شروع ہو گئے اور شام تک لاکھوں افراد جنازہ کیلئے جمع ہو چکے تھے۔ محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری کے گلشن علم جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن میں نماز جنازہ ادا کی گئی، اخباری اطلاع کے مطابق سات لاکھ سے زیادہ مجمع تھا، بنوری ٹاؤن سے سینٹرل جیل تک تقریباً تین کلو میٹر کے علاقہ میں لوگ ہی لوگ نظر آرہے تھے، جنگ کے فوٹو گرافر کی عکاسی کے مطابق ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ ایک طویل و عریض علاقہ میں انسان ہی انسان ہیں، ایشیا کی تاریخ میں اتنا بڑا جنازہ آج تک نہیں ہوا، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا تھا ہماری عند اللہ مقبولیت کا اندازہ ہمارے جنازوں سے ہوتا ہے، واقعی حضرت کا جنازہ مقبولیت عند اللہ کا عظیم مظہر تھا جہاں لاکھوں مسلمانوں کے ساتھ لاکھوں فرشتے بھی آپ کی مغفرت کی دعا کرتے ہوئے آپ کو خراج عقیدت پیش کر رہے تھے۔

نماز جنازہ کے بعد آپ کے جسد خاکی کو جامع مسجد خاتم النبیین ﷺ کے پہلو میں سپرد خاک کردیا گیا، آپ کا مسکراتا، لہو سے رنگین ڈاڑھی دیکھ کر ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب کی زبان سے بے ساختہ نکلا: ''آپ خدا تعالیٰ کے دربار میں سرخ رو ہوکر جارہے ہیں۔''

حضرت اقدس مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ کی پوری زندگی ہی دین اسلام کی سربلندی کیلئے وقف تھی، اس لئے وہ کسی ایک شعبہ کی طرف متوجہ نہیں ہوئے بلکہ ان کی خدمات، دین کے تمام شعبوں کو محیط ہیں، اس لئے آپ کو اپنی ذات میں انجمن کہنا زیادہ مناسب ہے، آپ کی ان خدمات کی وجہ سے آپ کو ''ترجمان علمأ اہل حق'' کا خطاب بھی دیا گیا، مولانا بنوری رحمہ اللہ آپ کو ''اپنا ہم نام وہم کام'' کہا کرتے اور اپنے مدرسہ کا مدار قرار دیتے۔

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ کی پوری زندگی جہاد سے عبارت تھی، لیکن جہاد افغانستان میں آپ کا اہم کردار ہے، طالبان کی حمایت میں سب سے پہلے آپ نے فتویٰ صادر کیا، مولانا مسعود اظہر کی رہائی پر آپ نے جیش محمد ﷺ کے قیام کا اعلان کرتے ہوئے ان کے ہاتھ پر بیعت علی الجہاد کی سنت ادا کی، اور پھر افغانستان کا دورہ کر کے امیر المومنین ملا عمر کو تعاون کا یقین دلایا، اگلے مورچوں پر جاکر فائرنگ کی اور احمد شاہ مسعود کی شکست کے لئے بددعائیں کیں، بہر حال حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ کی پوری زندگی جہدِ مسلسل تھی، جن کی خدمات کو تاریخ سنہری حروف سے محفوظ رکھے گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں انکے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین